رسول اللہ ﷺ اور حُسن کاری و جمال پسندی

حافظ محمد سعد اللہ*

محمد اسلم زاہد**

احادیث و تعلیماتِ نبوی، سیرۃ طیبہ اور اُسوۂ رسول ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت معلّم و محسنِ انسانیت، ہادیِ اُمّت، نبی رحمت، تاجدارِ ختم نبوت، معدن جود و سخاوت، مالک فہم و ذکاوت، منبع دانائی و حکمت، مرکزِ بصیرت و فراست، قاسمِ علم و ہدایت، ذوالشرف والعزّت، صاحبِ تزکیہ و طہارت، حاملِ دینِ فطرت، عالی مقام و مرتبت، سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اوصاف حمیدہ، خصائلِ حسنہ، شمائل جمیلہ، عادات کریمہ، معمولات شریفہ، عمومی ذوق اور مزاج و طبیعت میں یہ منفرد اور سبق آموز بات بھی نظر آتی ہے کہ آنجناب ﷺ نے دین دنیا کا جو بھی چھوٹا بڑا کام کیا یا امت کو کرنے کا حکم دیا تو اس میں درج ذیل چند امور کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت و تلقین بھی فرمائی:

۱۔ جو کام کیا جائے وہ پوری فنی مہارت، مضبوطی، پائیداری اور اچھے طریقے سے کیا جائے۔

۲۔ کام کے مطلوبہ تمام ظاہری و باطنی تقاضوں، لوازمات، آداب، شرائط اور منصوبہ بندی کو مدّ نظر رکھا جائے۔

۳۔ کام میں خوبصورتی، نفاست، صفائی ستھرائی اور عمدگی کا پہلو سامنے رکھا جائے۔

۴۔ کام میں نظم و ضبط، حسنِ ترتیب، تہذیب اور شائستگی کی پابندی کی جائے۔

۵۔ کام میں تحمل، حوصلہ، سوجھ بوجھ، سوچ بچار اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔

۶۔ کوئی کام ایسے انداز میں کرنے سے گریز کیا جائے جو دوسرے لوگوں کے لیے جسمانی و ذہنی تکلیف، پریشانی اور مشکل یا دل آزاری و دل شکنی کا باعث بنتا ہو۔ یا اس میں ان کی تحقیر و توہین کا پہلو ہو۔

۷۔ کوئی کام اس طرح نہ کیا جائے جس میں کسی قسم کے جانی و مالی نقصان یا بیماری کا اندیشہ ہو۔

۸۔ کام میں بدہیتی، بدصورتی، بدنظمی، بے ترتیبی، ناپختگی اور بے ڈھنگے پن سے گریز کیا جائے۔

۹۔ کام کو محض خانہ پُری، جان چھڑانے، صرف کارروائی ڈالنے اور سر کا بوجھ اتارنے کے طور پر نہ کیا جائے۔

۱۰۔ ہر زینت والے، اچھے اور نیک کام کو دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔

کسی بھی کام کی سرانجام دہی میں نبی رحمت اور مربیّ امّت ﷺ کے اس طرز عمل اور عمومی ذوق کو نامور فاضل مولانا مناظر احسن گیلانی نے ''حُسن کاری و حُسن پسندی'' کا عنوان دیا ہے مگر ہم نے حضور اکرم ﷺ کے معاملے میں قرآنی ہدایت ''لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا'' کے پیشِ نظر اسے ''حُسن کاری و جمال پسندی'' کا عنوان دینا زیادہ قرینِ ادب سمجھا ہے۔ بہرحال آئندہ سطور میں ہم نے سیرتِ طیبّہ کے سدا بہار گلستان سے اسی ''حُسن کاری و جمال پسندی'' سے متعلقہ چند خوشبودار، معطّر اور عنبریں قسم کے پھول جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

---

* ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

** خطیب جامع مسجد رحمۃ للعلمین، کھاڑک، ملتان روڈ لاہور، پاکستان۔

ہر چیز میں حُسن کاری واجب

اللہ کے رسول ﷺ کو حُسن کاری اس لیے پسند تھی اور اس وجہ سے اس کا اہتمام تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر چیز حتّٰی کہ بظاہر غیر ضروری اور عدم توجّہ کے لائق کاموں میں بھی واجب ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

ان اللہ کتب الِاحسان علی کلّ شئی فاذا قتلتم واذ بحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احد کم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ-(۱)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان (حُسن کاری، اچھی طرح سرانجام دینا) کو واجب ٹھہرایا ہے پس جب تم (جنگ میں کسی کو) قتل کرو اور جب تم (کسی جانور کو) ذبح کرو تو اس کو اچھے طریقے سے ذبح کرو (جس سے جانور کو اذیّت نہ پہنچے) اور ذبح کرنے والے کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور چاہیے کہ وہ اپنے ذبیحہ کو (اس طرح) راحت پہنچائے۔"

اِحسان کا مادہ حُسن ہے جس کا معنی لغوی اعتبار سے بدصورتی کی ضد اور بدصورتی کا مخالف ہونا ہے۔ (الحسن ضدّ القُبح ونقیضہ) (۲) یعنی خوبصورت ہونا اور احسان کا معنی جہاں نیکی کرنا اور نیک سلوک کرنا ہوتا ہے (جبکہ صلہ الیہ اور بہ ہو) وہاں لغوی اعتبار سے اس کا معنی اچھی طرح سے کرنا اور اچھی طرح بنانا بھی ہوتا ہے (والاحسان ضد الاساءۃ) (۳) "احسان خراب کرنا کی ضد ہے" اور یہاں حدیث میں سیاق و سباق کے اعتبار سے یہی لغوی معنی مراد ہے نہ کہ اصطلاحی معنی---اس حدیث کی شرح میں امام نووی نے لکھا ہے:

وھذا الحدیث من الاحادیث الجامعۃ لقواعد الاسلام و اللہ اعلم-(۴)

"یہ حدیث ان احادیث نبوی میں سے ہے جو قواعد و ضوابط اسلام کی جامع ہیں اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔"

درج بالا حدیث کی مزید وضاحت کے لیے مولانا مناظر احسن گیلانی کا درج ذیل توضیحی نوٹ لائق توجّہ ہے:

"اگر صحیح مسلم کی یہ مشہور روایت صحیح ہے (جو ابھی اوپر درج ہوئی) اور نہ صحیح ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ مسلم کے سوا بھی صحاح کی اکثر کتابوں میں موجود ہے تو اس کا مطلب بجز اس کے اَور کیا ہو سکتا ہے کہ حُسن و جمال کے قالب میں ڈھالے بغیر اسلام نہیں چاہتا کہ کسی مسلمان سے کوئی فعل بھی صادر ہو، سب سے آخری کام جس میں حُسن کاری کا آدمی خیال نہیں کر سکتا، وہ قتل اور ذبح کے سوا اَور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر جب ان افعال میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کا حکم ہے کہ حُسن پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ان صناعات اور کاری گریوں میں جن میں عموماً آدمی کی فطرت تناسب و جمال کو چاہتی ہے، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہو سکتا ہے، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے یہ فرمانے کے بعد کہ:

ان اللہ کتب الاحسان علی کلّ شئی- "اللہ نے ہر چیز میں حسن کاری کو واجب کیا ہے۔"

کسی مزید گفتگو کی حاجت بھی نہیں رہتی۔ نیز حدیث کے اس حصّے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حُسن پسندی آنحضرت ﷺ کا کوئی ذاتی مذاق بھی نہ تھا، بلکہ ہر چیز میں حسن پیدا کرنے کو اسی نے بندوں پر واجب کیا ہے اور اسی کو واجب بھی کرنا چاہیے تھا، جس سراپا حسن و جمال کے متعلق اربابِ مشاہدہ کا بیان ہے، آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

اللہ جمیلٌ ویحبّ الجمال (مسلم وغیرہ)" بلاشبہ اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں۔"

احسان کا مطلب

الاستاذ الامام مولانا انور شاہ الکشمیری نور اللہ مرقدہٗ نے ایمان واحسان کی شرح حدیث پڑھاتے ہوئے فرمایا تھا کہ ان مواقع میں اِحسان کا (حُسن پیدا کردن) لغۃً ترجمہ صحیح ہے۔ آپ کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ قرآنِ پاک میں "المُحسنین" کا لفظ جہاں کہیں آیا ہے اس کے معنیٰ بھی یہی ہیں کہ جو اپنے ایمان و عمل میں حُسن پسند واقع ہوئے ہوں، یعنی ایمان و عمل کے ادنیٰ درجہ پر قانع نہ ہوں، بلکہ ان امور کے حُسن کا جو درجہ ہے، اس کے حصول میں کوشاں ہوں۔ گویا "المحسنون" مسلمانوں کا وہ طبقہ ہے جو زندگی کے تمام مطلوبہ شعبوں میں حُسن پسند واقع ہوا ہو، ظاہر ہے کہ یوں سر کا بوجھ اتارنے کے لیے جو کام کئے جاتے ہیں، اس میں نہ زیادہ مشقّت ہوتی ہے، نہ زیادہ وقت لگتا ہے، نہ زیادہ محنت صرف ہوتی ہے لیکن اگر یہ ارادہ کرلیا جائے کہ جو کام بھی کیا جائے پورے حسن و سلیقہ کے ساتھ کیا جائے، اس کے لیے تو سب ہی کچھ کرنا پڑتا ہے۔ پھر ان حسن کاروں اور محسنوں کو جمالِ مطلق کی محبوبیت کا مقام اگر حاصل ہو، جس کا قرآن میں بار بار اعلان کیا گیا ہے، تو اپنی محنت و مشقت، جانفشانی کی بنیاد پر یقیناً وہ اس کے مستحق ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ قرآن کے "مُحسنین" سے مراد انہی لوگوں کا گروہ ہے، جن کی زندگی خالق و مخلوق کے باہمی تعلقات کی تصحیح میں حُسن کارانہ مجاہدوں کے ساتھ بسر ہوتی ہے اور عموماً یہی اس سے مراد بھی لیا گیا ہے۔
ایمان و اسلام و احسان کی مشہور حدیث میں "الاحسان" کی جو شرح "تعبد اللہ کأنّک تراہ فان لم تکن ترا فانّہ یراک" (پوجو اللہ کو اس طریقہ سے کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو پس اگر نہ دیکھ پاؤ اس کو تو اتنی بات بہر حال یقینی ہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) کے الفاظ میں کی گئی ہے اس شرح سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے اور اسی بنیاد پر سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں محسنوں کا طبقہ وہی ہے جسے عام محاوروں میں صوفیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (۵)

۱۔ پختہ کاری اللہ کو پسند

ہر کام میں حُسن کاری، پختہ کاری اور فنّی مہارت کا باہمی ثبوت پہنچانا (اتقان فی العمل) جہاں از روئے قرآن اللہ جل شانہ کی صفت و سُنّت ہے (۶) وہاں یہ امر اللہ کو بندوں کی طرف سے بھی مطلوب اور پسند ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

انّ اللہ عزّوجلّ یحبُّ اذا عمل احدکم عملا انہ یتقنہ۔ (۷)

"بیشک اللہ تعالیٰ اس امر کو پسند فرماتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک کام کرے تو اس کو پختہ طریقہ سے کرے۔" (یعنی اسے ٹھیک اسی طرح سرانجام دے جیسا کہ اسے کیا جانا چاہیے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی کام کو سر کا بوجھ اتارنے اور خانہ پُری کے طور پر سرانجام دینا اور اس کے لیے درکار تمام تقاضوں آداب شرائط اور لوازمات کو ملحوظ نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں۔ اب جو کام اللہ کی پسند کے مطابق نہ ہوگا اس میں برکت پائیداری استحکام اور نفع کہاں سے آئے گا۔

۲۔ پختہ کار کے لیے دُعاء نبوی

کسی بھی کام میں پختہ کاری اور فنّی مہارت و استحکام کا مظاہرہ خود نبی رحمت ﷺ کو کتنا پسند ہے، اس کا اندازہ آنجناب ﷺ کی پختہ کار کے لیے اس دلی دعا سے لگایا جاسکتا ہے جو بے ساختہ آپ کی زبان پر آگئی تھی۔ چنانچہ فرمایا:

رحم اللہ من عمل عملاً فاتقنہ۔ (۸)

"اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو کوئی کام کرے تو اسے پختگی سے کرے۔"

اس دُعاء نبوی کے حوالے سے پیر محمد کرم شاہ الازہری کا درج ذیل تفسیری و تشریحی نوٹ بھی لائق مطالعہ ہے۔ چنانچہ انہوں

نے سورۃ النمل کی آیت نمبر ۸۸: {صُنْعَ اللهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ ...الخ} کی تفسیر میں لکھا ہے:

''حضور کریم ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی بھی ملاحظہ فرمایئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ کا نبی مکرّم اس بات کو کتنا پسند کرتا ہے کہ حضور ﷺ کا امتی جو کام کرے اس میں اپنی فنی پختگی اور صنعتی مہارت کا ناقابل تردید ثبوت بہم پہنچائے۔ کسی کام کو نیم دلی اور بے توجہی سے کرنا یا اس میں کوئی خامی اور نقص باقی رہنے دینا ہمارے آقا کو ہرگز پسند نہیں۔ ارشادِ گرامی ہے: رحم اللّٰہ من عمل عملاً فاتقنہ ''خداوند عالم اس آدمی پر رحم کرے جو جس کام کو کرے بڑی عمدگی سے کرے۔''

پختگی پائیداری اور نفاست کونسی چیز ہے جس کا ذکر اس جملہ میں نہ آگیا ہو۔ حضور ﷺ اپنے غلاموں سے اسی چیز کی توقع رکھتے ہیں اور اسی کی تلقین فرماتے ہیں۔ فنّی صنعتی اور دیگر میدانوں میں کام کرنے والوں کو چاہیے کہ اس حدیث کو لکھ کر اپنے سامنے آویزاں کریں۔ علامہ اقبال نے بھی کیا خوب فرمایا ہے:

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر (۹)

۳۔ تحریر وکتابت میں حسن کاری کی تعلیم

ہر کام میں حسن کاری کی جھلک دیکھنے کی خواہش کے پیش نظر ہی نبی رحمت ﷺ نے امت کو تحریر وکتابت میں بھی صفائی اور عمدگی پیدا کرنے کے لیے چند اصولوں کی تعلیم دی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کتانی کے حوالے سے چند احادیث کا ذکر کرتے ہوئے یہ حیران کن صراحت کی ہے کہ:

''آپ ﷺ کو خط کی صفائی اور وضاحت کا جس قدر لحاظ رہتا تھا، اس کا اندازہ ان چند احادیث سے ایک حد تک ہو سکتا ہے جن میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریگ ڈال کر خشک کر لو۔ یا یہ کہ حرف (س) کے تینوں شوشے برابر دیا کرو اور اس کو بغیر شوشوں کے نہ لکھا کرو۔ غالباً یہ حکم اس لیے تھا کہ شوشے نہ دینا احتیاط پسندی کے فقدان اور سستی پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہ لکھتے ہوئے اگر کچھ رکنا پڑے تو کاتب کو چاہیے کہ قلم اپنے کان پر رکھ لے کیونکہ اس سے لکھوانے والے کی زیادہ آسانی سے یاددہانی ہو جاتی ہے، بولنے میں ذہن منتشر ہو جاتا ہے۔'' (۱۰)

۴۔ ملاقات میں حُسن کاری کی تلقین

کسی آدمی سے ملاقات میں حسن کاری یہ ہے کہ اس آدمی کے ساتھ خندہ پیشانی اور کھلے دل سے ملاقات کی جائے دوسرے اس کی بات پوری توجہ انہاک اور دھیان سے سنی جائے اگر ایسا نہیں ہوگا تو یقیناً بے رخی اور لاپروائی کے اس رویے میں جہاں تکبر کا پہلو پایا جاتا ہے وہاں اس ملاقاتی کی تحقیر اور دل شکنی بھی ہوگی۔ اس سلسلے میں نبی رحمت ﷺ کا اپنا شفقت واحترام بھرا معمول نقل کرتے ہوئے آپ کے خادم خاص حضرت انس کہتے ہیں:

مارأيت رجلاً التقم أذن النبي ﷺ فينحّي رأسه حتى يكون الرجل هو الذى ينحّي رأسه وما رأيت رجلاً اخذ بيده فترك يده حتى يكون الرجل هو الذى يدعُ يده-(۱۱)

''میں نے کبھی کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس نے نبی اکرم ﷺ کے کان میں سرگوشی کی ہو تو آنجناب ﷺ اس وقت تک اپنا سر پیچھے نہیں ہٹاتے تھے جب تک کہ وہ آدمی خود اپنا سر پیچھے نہیں ہٹا لیتا تھا اور میں نے کبھی کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس نے (مصافحہ کی خاطر) آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا ہو تو آپ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا ہو یہاں تک کہ وہ آدمی خود آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک چھوڑ دیتا۔''

۵۔ گارا بنانے میں حُسن کاری پر تحسینِ نبوی

کسی دیوار کی تعمیر یا اینٹوں کی چنائی کے لیے مٹی کا گارا بنانا کوئی قابل ذکر کاموں میں سے نہیں۔ مگر نبی رحمت ﷺ نے اس معاملے میں بھی حسن کاری کی تحسین فرمائی۔ گویا کسی بھی کام کو احسن انداز میں سرانجام دینا آنجناب ﷺ کو پسند تھا، چنانچہ

"جب مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع تھا تو حضر موت کا ایک شخص طلق بن علی وہاں آیا۔ وہ مٹی گوندھنے اور گارا بنانے کے فن میں بڑا ماہر تھا۔ حضور ﷺ اس کی کارکردگی پر بہت خوش ہوئے، فرمایا: رحم الله امرا احسن صُنعته (اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو جس کام کو کرتا ہے تو بڑی حسن خوبی سے کرتا ہے) پھر اسے فرمایا کہ تم یہی کام کیا کرو کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اسے بڑے اچھے طریقے سے کرتے ہو۔ طلق کہتا ہے کہ میں نے کسّی پکڑ لی اور گارا بنانے میں مصروف ہو گیا۔ حضور ﷺ میرے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ فرمایا: دعُوا الحنفية والطين فانه من اصنعكم للطّين اس حنفی شخص کو گارا بنانے پر ہی رہنے دو کیونکہ یہ اس کام کو تم سے زیادہ عمدگی سے کر رہا ہے۔" (۱۲)

۶۔ کفن میں حُسن کاری کی تعلیم

کسی مردہ کو کفن پہنانے میں حسن کاری کا لحاظ رکھنا بظاہر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ کفن کے اچھا یا برا ہونے، عمدہ یا ناقص ہونے، خوبصورت یا بدصورت ہونے کا میت کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں۔ نہ اسے کسی قسم کے حسن و جمال کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود اہل اسلام میں حُسن کاری کا عمومی ذوق اور عمومی عادت پیدا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے خوبصورت کفن پہنانے کی ہدایت فرمائی:

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ "نبی اکرم ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا تو اس میں اپنے صحابہ میں سے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو فوت ہو گیا تھا اور جسے ناکافی کفن میں کفن دیا گیا اور رات کو دفن کر دیا گیا تھا اس پر نبی اکرم ﷺ نے کسی آدمی کو رات میں دفنانے پر تنبیہ فرمائی یہاں تک کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے الّا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔ علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے اچھا کفن دے۔" (۱۳)

نبی رحمت ﷺ نے بیانِ جواز اور آسانی پیدا کرنے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کا لباس استعمال کیا۔ اسی طرح بعض اوقات قیمتی لباس بھی۔ تاہم سفید لباس آپ ﷺ کا پسندیدہ لباس تھا کیونکہ اس میں جہاں خوبصورتی ہے وہاں وقار کا پہلو بھی موجود ہے۔ چنانچہ آنجناب ﷺ نے اسے نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں حتیٰ کہ مردوں کے کفن کے لیے بھی پسند قرار دیا۔ چنانچہ حضرت سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

البسوا من ثیابکم البیاض فانها اطهر واطیب وکفّنوا فیها موتاکم-(۱۴)

"تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ شفاف صاف ہوتا ہے۔ نیز انہیں سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔"

کفن کے حوالے سے شاید حضور اکرم ﷺ کی انہی ہدایات کے پیش نظر مشہور صحابی حضرت ابوسعید خدری کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوائے انہیں پہنا پھر کہا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میت کو انہیں کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرے گا۔ (۱۵)

۷۔داڑھی کی وضع قطع میں خوبصورتی کا لحاظ

یہ بات چنداں وضاحت کی محتاج نہیں کہ داڑھی اور مونچھیں مردانگی (رجولیت) کی امتیازی علامت اور فطری طور پر مردانہ زینت ہیں۔اس کے باوجود دورِ جاہلیت میں لوگ خلاف فطرت داڑھی کو مونڈنے اور مونچھوں کے بال بے ہنگم بڑھانے کو خوبصورتی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔داڑھی منڈانا جہاں فطرت کے خلاف ہے وہاں اس میں عورتوں سے مشابہت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔جبکہ بڑھی ہوئی اور لمبی لمبی مونچھوں کی صورت میں کھانے پینے کے دوران جو کراہیت اور گھن آتی ہے اور جس طرح یہ حلیہ ذوق سلیم سے مطابقت نہیں رکھتا وہ بھی کسی دلیل کا محتاج نہیں۔اس لیے معلم انسانیت نے داڑھیاں بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

احفوا الشوارب واعفوا اللحی- (۱۶)

"مونچھیں اچھی طرح کترواؤاور داڑھیوں کے بال چھوڑ دو یہاں تک کہ لمبے اور زیادہ ہو جائیں۔"

جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق فرمایا:

انهکوا الشوارب واعفوا اللّحی -(۱۷)

"مونچھیں اچھی طرح کاٹو اور داڑھیوں کے بال چھوڑ دو۔"

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمراس حکم نبوی کی تعمیل میں مونچھوں (ہونٹوں کے اوپر کے بالوں) کو جڑ کے اتنا قریب سے کاٹتے تھے کہ جلد کی سفیدی دکھائی دیتی۔نیز وہ مونچھوں اور داڑھی کے درمیان والے بال قطع کر لیا کرتے تھے۔(۱۸)

مونچھیں نہ کٹوانے پر تو حضور اکرم ﷺ نے یہاں تک تنبیہ فرمائی کہ:

من لم یأخذ شاربه فلیس منّا- (۱۹)

"جس آدمی نے اپنی مونچھیں نہ کاٹیں تو اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

تاہم داڑھی کے بال بڑھانے یا چھوڑ دینے کی مذکورہ ہدایت نبوی کا یہ معنی بھی نہیں کہ ایک آدمی الفاظ کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے داڑھی کو اس حد تک چھوڑ دے کہ وہ ناف چھونے لگ جائے۔داڑھی کی یہ ڈراؤنی شکل اور ہیئت بھی یقیناً ذوق سلیم اور عمومی خوبصورتی کے خلاف اور اس محبوب سنّتِ رسول ﷺ کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔اس لیے اس معاملے میں حد اعتدال اور مردانہ خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لیے نبی رحمت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ داڑھی کے طول و عرض میں حد اعتدال سے بڑھتے ہوئے بالوں کو تراش لیے کرتے تھے۔چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ کی معرفت اپنے دادا کا آنکھوں دیکھا یہ معمول نبوی نقل کیا ہے کہ:

ان النبي ﷺ كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها-(۲۰)

"بیشک نبی اکرم ﷺ اپنی ریش مبارک سے اس کی چوڑائی اور لمبائی میں (ایک خاص مقدار سے بڑھے ہوئے) بالوں کو تراش لیا کرتے تھے۔"

داڑھی کے معاملے میں نبی رحمت ﷺ کے اس معمول کے پیش نظر شارحین حدیث اور فقہاء نے داڑھی کی مقدار کا تعین "مٹھی بھر" سے کیا ہے۔جس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور متعدّد تابعین کا عمل رہا۔اور اس مقدار سے لمبی داڑھی رکھنا مذکورہ روایات کے الفاظ کے عموم کے پیش نظر اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر جمہور کے نزدیک اسے مستحسن نہیں سمجھا گیا۔(۲۱)

۸۔بالوں کی پراگندگی حضور ﷺ کو ناپسند

انسانی شخصیت کی خوبصورتی اور نکھار میں سر اور داڑھی کے بالوں کا کردار کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔حضور ﷺ

تعلیم امت کی خاطر اپنے کسی قدر گھنگریالے، چمکدار اور خوبصورت سیاہ بالوں کو جس طرح سنوار کر رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خادم خاص حضرت انس بن مالکt کہتے ہیں کہ:

کان رسول اللہ ﷺ یکثر دھن رأسه ویسرح لحیته ویکثر القناع حتی کان ثوبه ثوب زیّات-(۲۲)

"اللہ کے رسول ﷺ اپنے سر پر کثرت سے تیل لگایا کرتے اور اپنی داڑھی میں کنگھی کرنے کا اہتمام فرماتے تھے اور اکثر سر پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کی کثرت یا زیادتی کی وجہ کسی تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔"

پھر بالوں کی خوبصورتی اور سنوار کر رکھنے کے لیے تیل کے ساتھ کنگھی کرنا بھی چونکہ ضروری ہے اس لیے آنجناب ﷺ کو اس کا بھی اہتمام تھا۔ بسا اوقات کنگھی کرنے کی سعادت مخصوص ایام میں بھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے حصّے میں آتی تھی۔ (۲۳)

اس کے برعکس بالوں کی پراگندگی بدہیئتی اور بکھرا ہوا ہونا قطعاً پسند نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عطا بن یسار کا کہنا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک ایسا آدمی مسجد میں داخل ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف یوں اشارہ فرمایا کہ گویا آپ ﷺ اسے سر اور داڑھی کے بال درست کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ بال درست کرکے دوبارہ آیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔

الیس ھذا خیرا من ان یأتی احدکم وھو ثائر الرّأس کأنّه شیطان- (۲۴)

"کیا یہ حالت اس بات سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی آدمی اس حال میں آئے کہ اس کے سر کے بال یوں پراگندہ ہوں کہ گویا وہ شیطان ہے۔"

اسی طرح ایک مرتبہ آنجناب علیہ السلام کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، تو فرمایا:

ماکان یجد ھذا ما یسکن به شعرہ-(۲۵)

"کیا یہ آدمی کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے سر کے پراگندہ بال درست کرلے۔"

اسی لیے حضرت ابوہریرہ سے مروی ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

من کان له شعر فلیکرمه-(۲۶)

"جس آدمی کے بال ہوں اسے چاہیے کہ وہ ان کی تعظیم کرے (انہیں دھو کر صاف ستھرا اور درست رکھے)۔"

مذکورہ حدیث کے حوالے سے مولانا مناظر احسن گیلانی کا درج ذیل تبصرہ قابل غور ہے، فرماتے ہیں:

نیک ناموں کو بدنام کرنے والے ان چند نفوس کو آج کس میں جرأت ہے جو یہ جا کر سنائے کہ جس الجھی ہوئی داڑھی، پریشان بال، بے تکے لباس کو وہ مذہبی اور دینی شکل کا نام دے رہے ہیں دین کے سب سے بڑے معلم ﷺ کی نظر مبارک میں وہی بے دینی کی علامت شمار ہوئی تھی۔ (۲۷)

تاہم بالوں کی صفائی درستگی کنگھی اور پراگندگی سے بچا کر رکھنے کا یہ معنی بھی نہیں کہ آدمی ہر وقت ان کی تزئین و تحسین کے اہتمام، میک اَپ کرنے اور مختلف رنگ لگا کر انہیں بنانے سنوارنے میں ہی مصروف رہ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کرے۔ اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ انہماک سے بچنے اور اس تزئین و آرائش میں اعتدال کو قائم رکھنے کے لیے آنجناب ﷺ نے روزانہ کنگھی کرنے سے بھی منع فرمایا۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم عن التّرجّل الّاغبّا-(۲۸)

"رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر ایک دن چھوڑ کر گاہے بگاہے۔"

۹۔ بدوضعی وبدہیئتی گویا شیطانی شکل

مندرجہ بالا حدیث پر مولانا مناظر احسن گیلانی کا درج ذیل تبصرہ و تجزیہ لائق مطالعہ ہے، فرماتے ہیں:

"کانہّ شیطان" کے آخری الفاظ بہت زیادہ قابل توجہ ہیں، اُن کے لیے جنھیں اپنی "ثائر الراس واللحیہ" والی شکلوں پر ملکوتیت کا مغالطہ لگا ہوا ہے، جن مسلمانوں کو اپنی داڑھی کے جنگلوں پر ناز ہے وہی جنہیں دیکھ کر بجائے مسلمان ہونے کے کبھی کبھی سکھ ہونے کا دھوکا ہوتا ہے، ان کو نبوتِ محمدیہ کے سب سے بڑے مذاق شناس فاروق اعظم کا یہ اثر یاد رکھنا چاہیے جسے بخاری کی شرح میں علامہ محمود بدر الدین عینی نے نقل کیا ہے۔

انه رأى رجلا قد ترك لحيته حتى كبرت فاخذ يجذبها ثم قال ائتوني بحلتين ثم امررجلا فجز تحت يده۔

"انہوں نے دیکھا ایک آدمی کو جس نے چھوڑ رکھی تھی اپنی داڑھی اتنی کہ وہ بہت بڑھ گئی تھی، حضرت عمرؓ اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے تھے پھر آپ نے قینچی منگائی اور ایک آدمی کو حکم دیا تو اس نے داڑھی کا جتنا حصہ ہاتھ کے نیچے تھا (غالباً یہ مقدار قبضہ چھوڑ کر) چھانٹ دیا۔"

حضرت عمرؓ اس شخص کی داڑھی پکڑ کر کھینچ رہے تھے، یہ جملہ قابل غور ہے، آج ایسی داڑھیوں کو ہاتھ لگانے والا بیچارہ "کفر" کے فتوے سے کیا بچ سکتا ہے؟ اور فاروق صرف اسی فعل پر بس نہیں فرماتے ہیں، اس کام کو ختم کرکے ارشاد ہوا: يترك احدكم نفسه كانّه سبع من السباع۔ "تمہارے بعض لوگ اپنے آپ کو کچھ اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ گویا درندوں میں سے وہ کوئی ایک درندہ ہے۔"

درندوں میں سے ایک درندہ بن جانا ایک بڑا معیار ہے، ان لوگوں کے لیے جن کی سمجھ میں اب تک یہ نہیں آیا کہ انسانیت کی تکمیل اور اس میں حسن و جمال پیدا کرنے والا اسلام ان سے کیا چاہتا ہے۔ میں نے پیدا کرنے کا لفظ قصداً استعمال کیا، کیونکہ شاید میری گزشتہ شہادتوں سے کسی کو یہ مغالطہ نہ ہو کہ اسلام صرف حسن پسندی اور جمال پذیرائی کے جذبات بیدار کرنے کی ہی حد تک اپنے ماننے والوں پر اصرار کرتا ہے، حالانکہ جو کچھ اب تک کہا جا چکا ہے، اس سے اگر ایک طرف حسن پسندی تو دوسری طرف حسن کاری کی حوصلہ افزائیوں پر کم روشنی نہیں پڑ رہی ہے۔ (۲۹)

۱۰۔ سر کے بالوں کی بدہیئتی ۔ ناپسند

کسی بھی چیز کی بدہیئتی بدصورتی بدنظمی اور بے ڈھنگا پن حضور اکرم ﷺ کی جمال پسند طبیعت پر سخت ناگوار گزرتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

"نبی اکرم ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا بعض حصہ مونڈا ہوا تھا اور کچھ حصہ کے بال چھوڑ دیے گئے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: اس کا سارا سر مونڈ دو یا سارا چھوڑ دو۔" (۳۰)

اسی طرح حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"میں نے نبی اکرم ﷺ کو "القزع" سے منع کرتے ہوئے سنا۔ حضرت نافع سے پوچھا گیا "القزع" کیا چیز ہوتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا، قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کا بعض حصہ مونڈ دیا جائے اور بعض حصہ چھوڑ دیا جائے۔ یا صرف پیشانی پر بال چھوڑ دے جائیں اور باقی سر پر کوئی بال نہ ہو"۔ (۳۱)

۱۱۔ میلا کچیلا اور کم حیثیت لباس ۔ ناپسند

حضور اکرم ﷺ جہاں خود صاف ستھرا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے وہاں چاہتے تھے کہ اہل ایمان بھی صاف

ستھرا لباس پہنیں۔ اس کے برعکس اگر کسی کے بدن پر میلا کچیلا لباس نظر آتا تو طبیعت پر ناگوار گزرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک آدمی کو میلے کچیلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا:

ماکان یجد ھذا ما یغسل به ثوبه-(۳۲)

''کیا اس آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے اپنے کپڑے ہی دھو لے۔''

اسی طرح صاحب حیثیت لوگوں کے لیے بالکل گھٹیا قسم کا لباس پہننا بالکل پسند نہیں تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق کپڑے پہنیں تاکہ اللہ کی نعمت اور عطا ان کے جسم پر بھی نظر آئے۔ چنانچہ حضرت ابو الاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے بدن پر گھٹیا قسم کے کپڑے تھے یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ مال و دولت ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں (موجود ہے)۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون سا مال ہے؟ میں نے بتایا ہر قسم کا مال ہے اللہ نے مجھے اونٹ گائے بھیڑ بکری گھوڑے اور غلاموں میں سے ہر قسم کا مال عطا فرما رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

فاذا اتاک اللہ مالاً فلیر اثر نعمة اللہ علیک وکرامته-(۳۳)

''جب اللہ کریم نے تجھے اس قدر مال عطا فرما رکھا ہے تو اللہ کی نعمت اور اس کی کرم نوازی کا اثر تمہارے جسم پر بھی دکھائی دینا چاہیے''۔

۱۲۔ قبر کی بدہیئتی - ناقابل برداشت

قبر کا واحد اور بڑا مقصد میّت کو زمین کے پیٹ میں چھپا دینا ہے۔ قبر میں خوبصورتی اور حسن کاری کا پاس کرنا بظاہر کوئی معنی نہیں رکھتا مگر حضور اکرم ﷺ کو اس معاملے میں بھی کسی قسم کی کوتاہی بدہیتی اور بھونڈا پن قبول نہیں تھا۔ ایک موقعہ پر اتفاقاً ایک قبر کی تیاری کے وقت ایک رخنہ باقی رہ گیا اور قبر پوری طرح برابر نہ کی گئی تو خادم خاص حضرت انس کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے یہ رخنہ اور قبر کی بدہیتی برداشت نہ ہو سکی اور اسے بند کرنے کا حکم فرمایا: (امر بھا ان تسد) پاس کھڑے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے مردے کو کیا نفع پہنچے گا؟ فرمایا:

اما انھا لا تضر ولا تنفع ولکن تقرعین الحی-(۳۴)

بیشک رخنہ کی یہ بندش میت کو کوئی نقصان پہنچائے گی نہ کوئی نفع مگر اس سے زندہ آدمی کی آنکھ تو ٹھنڈی ہو گی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق آنجناب ﷺ نے ایک قبر پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ اس کی ایک اینٹ ٹیڑھی لگی ہوئی ہے تو آپ نے اس کو درست کرنے کی ہدایت فرمائی اور مزید فرمایا:

ان اللہ یحب اذا عمل العبد عملاً ان یحسنه ویتقنه-(۳۵)

''بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ آدمی جب کوئی کام کرے تو اسے خوبصورتی سے کرے اور اس میں مہارت کا ثبوت دے۔''

قبر تک میں جو پیغمبر آنکھوں کی خنکی کو ملحوظ رکھتا ہو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کی دیگر چیزوں اور دوسرے اہم کاموں میں حسن کاری اور حسن پسندی سے متعلق اس کا مذاق کتنا بلند اور کس قدر پاکیزہ ہو گا۔ قبر کے معاملے میں اس حسن کاری کے لحاظ کی خاطر یہ ہدایت بھی فرمائی تھی کہ مجبوری نہ ہو تو رات کو قبر نہ بنائی جائے اور کفن بہت اچھا صاف ستھرا دیا کرو۔ (۳۶)

۱۳۔ چھینک کے وقت بدصورتی کو چھپانا

انسان کو جب چھینک آتی ہے تو قدرتی طور پر اور غیر اختیاری انداز میں چہرے کی حرکات و سکنات اور شکل بُری ڈراؤنی اور بھدی سی بن جاتی ہے اور عجیب سی آواز نکلتی ہے۔ یہ صورت حال یا بدہیتی کی کیفیت اگرچہ چند لمحوں کے لیے ہوتی ہے تاہم تہذیب و شائستگی کے خلاف اور پاس بیٹھے لوگوں پر ناگوار گزرتی ہے، اس لیے حضور اکرم ﷺ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ چہرہ کی اس ڈراؤنی اور بھدی شکل پر کسی دوسرے کی نظر پڑے اور اس پر ناگواری کے اثرات مرتب ہوں۔ چنانچہ حکم تھا کہ ایسی صورت حال میں اپنے چہرے کو اپنے ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانپ لیا کرو اور تعلیم امت کے لیے خود اپنا بھی یہی معمول تھا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ:

كان رسول الله ﷺ اذا عطس وضع يده او ثوبه على فيه وخفض او غض بها صوته-(۳۷)

"اللہ کے رسول ﷺ کو جب چھینک آتی تو آنجناب اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیتے اور اپنی آواز کو پست کر لیتے تھے۔"

اسی طرح جمائی کے وقت بھی چونکہ منہ بے ساختہ کھل جاتا اور بھدی سی شکل بن جاتی ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لے کیونکہ (منہ کھلا رہنے سے) شیطان (منہ میں) داخل ہو جاتا ہے۔ (۳۸) جمائی کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

ان الله يحبّ العطاس ويكره التثاؤب فاذا تثاء ب احدكم فليردما استطاع ولا يقل هاها فانما ذالكم من الشيطان يضحک منه- (۳۹)

"بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے اور جمائی کو ناپسند فرماتے ہیں۔ تو جب تم میں سے کسی ایک کو جمائی آنے لگے تو مقدور بھر اسے روکنے کی کوشش کرے اور (زبان سے) ہاہا کی آواز نہ نکالے کیونکہ یہ (آواز) شیطان کی طرف سے ہے جس پر وہ ہنستا ہے۔"

اس حدیث کے حاشیہ میں مولانا محمود الحسن نے خطابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"اس حدیث میں محبت اور کراہت الٰہی کا معنی ان دونوں (چھینک اور جمائی) کے سبب کی طرف لوٹتا ہے وہ یوں کہ چھینک عام طور پر بدن کی خفت، مسام کے کھلنے اور پیٹ کے نہ بھرا ہوا ہونے کے باعث آتی ہے جبکہ جمائی بدن کے حد درجہ بھاری ہونے کی وجہ سے، اور بدن کا یہ بھاری پن زیادہ کھانے کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ پہلی چیز عبادت کے لیے نشاط (ہشاش بشاش ہونے) کا ذریعہ ہے اور دوسری چیز (بھاری پن) اس کے برعکس۔" (۴۰)

۱۴۔ بے ڈھنگے طریقے پر سونے سے ممانعت

سونا انسان کی فطری ضرورت ہے اور کسی بھی انداز و شکل میں سو کر یہ ضرورت پوری کی جاسکتی ہے مگر حضور اکرم ﷺ کو یہاں بھی بے ڈھنگا طریقہ پسند نہ تھا۔ کسی بھی کام میں بے ڈھب اور بے ڈھنگ انداز حضور ﷺ کے حسن پسند مزاج پر گراں گزرتا تھا۔ چنانچہ حضرت یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ انہوں نے بتایا:

بينما انا مضطجع من السحر على بطني اذا رجل يحرّكني برجله فقال ان هذه ضجعة يبغضهاالله قال فنظرت فاذا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم -(۴۱)

"اس دوران کہ میں (مسجد میں) پیٹ میں تکلیف کے باعث پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے اپنے پاؤں

سے مجھے حرکت دیتے ہوئے کہا: بیشک یہ سونے کا ایسا انداز ہے جسے اللہ پسند نہیں فرماتا۔ وہ کہتے ہیں میں نے سیدھے ہو کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کی ذات والاشان تھی۔"

اسی طرح حضرت ابوذر (غفاری) کا کہنا ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ (ایک مرتبہ) میرے پاس سے گزرے جبکہ میں اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا تو آنجناب ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک سے میرے پاؤں کو ہلایا اور فرمایا: اے جندب! بیشک لیٹنے کا یہ انداز اہل دوزخ کا ہے۔ (۴۲)

۱۵۔ اجنبی گھر میں داخل ہونے کا مہذّب طریقہ

اپنی برادری دوست احباب محلے دار اور دوسرے لوگوں کے گھروں میں آنا جانا معاشرتی زندگی کا لازمہ ہے۔ اس میں بھی حضور اکرم ﷺ نے غیر مہذّب، غیر مناسب اور غیر معقول انداز میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔ ہر کام کا ایک متعیّن طریق کار ہوتا ہے وہ اسی کے مطابق انجام دیا جائے تو اچھا لگتا ہے ورنہ دوسروں پر گراں گزرتا ہے۔ چنانچہ حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں:

حدثنا رجل من بنی عامر انه استأذن علی النبي صلّی اللہ علیه وسلّم وهو في بیت فقال: ألج؟ فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم لخادمه: أخرج الی هذا فعلمه الا ستئذان فقل له قل السلام علیکم، أأدخل؟ فسمعه الرجل فقال السلام علیکم أأدخل ؟ فاذن له النبي صلی اللہ علیه وسلّم فدخل - (۴۳)

"بنی عامر کے ایک آدمی نے ہم سے بیان کیا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ سے جب کہ آپ گھر میں تشریف فرما تھے داخل ہونے کی اجازت مانگتے ہوئے کہا: کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا: اس آدمی کے پاس جاؤ اور اسے اجازت لینے کا صحیح طریقہ بتاؤ اور اسے بتاؤ کہ وہ پہلے السلام علیکم کہے پھر کہے کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ آدمی نے یہ بات سن لی تو اس نے سلام عرض کیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ تو آنجناب ﷺ نے اسے اجازت دی اور وہ اندر داخل ہوگیا۔"

اسی طرح کلدۃ بن الحنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اتیت النبي صلی اللہ علیه وسلّم فدخلت علیه ولم اسلم فقال النبي صلّی اللہ علیه وسلّم ارجع فقل السلام علیکم أأدخل -(۴۴)

"میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یوں ہی آپ کے پاس چلا گیا اور سلام تک نہ کیا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوٹ جاؤ اور پہلے کہو السلام علیکم پھر کہو کیا میں اندر آسکتا ہوں۔"

زیر بحث معاملے میں حضور اکرم ﷺ کے اپنے معمول اور عادت کریمہ کے حوالہ سے ایک ایمان افروز اور روح پرور روایت ملاحظہ ہو، چنانچہ:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ (بن عبادہ الانصاری) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) ہمیں شرفِ زیارت عطا کرنے کے لیے ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ (دروازے پر کھڑے ہو کر قاعدے کے مطابق باہر سے ہی) فرمایا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" حضرت قیس کا بیان ہے کہ والد صاحب (حضرت سعد) نے سلام کا جواب عرض کیا مگر بہت آہستہ (جسے حضور اکرم ﷺ نے سماعت نہ فرمایا) قیس کہتے ہیں میں نے ابا جان سے کہا آپ حضور ﷺ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہے؟ انہوں نے کہا چھوڑیے! میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ ہمارے اوپر زیادہ سے زیادہ سلام فرمائیں (تاکہ ہمیں اس کی برکتیں حاصل ہوں)۔ چنانچہ

آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ''۔ حضرت سعد نے دوبارہ آہستہ سے سلام کا جواب عرض کیا۔ اب آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہا اور اندر سے کوئی جواب موصول نہ ہونے پر حسب ضابطہ واپس لوٹنے لگے تو حضرت سعد نے سامنے آکر عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ ﷺ کا سلام سن رہا تھا مگر جواب آہستہ آہستہ عرض کر رہا تھا تاکہ آپ ﷺ زیادہ مرتبہ ہمارے اوپر سلام فرمائیں۔ بعد ازیں حضور ﷺ واپس ہمارے گھر تشریف لائے، حضرت سعد نے آپ ﷺ کے ہاتھ دھلوانے کے لیے صابن منگوایا۔ آں جناب ﷺ نے ہاتھ دھوئے۔ پھر حضرت سعد نے ایک رنگدار چادر پیش کی جسے آپ ﷺ نے جسم اطہر پر لپیٹ لیا۔ پھر دعاء کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھادیے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

''اللھم اجعل صلوٰتک ورحمتک علی اٰل سعد بن عبادۃ''

اس کے بعد آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا اور جب واپس جانے لگے تو حضرت سعد نے سواری کے لیے ایک گدھا پیش فرمایا جس کی پیٹھ پر چادر ڈال دی گئی تھی۔ حضور ﷺ سوار ہوئے تو حضرت سعد نے کہا قیس! حضور ﷺ کے ساتھ جاؤ۔ حضرت قیس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں نے از راہِ ادب آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہونے سے معذرت کی تو فرمایا۔ یا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ (یعنی مجھے یہ پسند نہیں کہ میں سوار رہوں اور تم ساتھ ساتھ پیدل چلو) حضرت قیس کہتے ہیں اس پر میں واپس آگیا۔ (اور آپ ﷺ تشریف لے گئے)۔ (۴۵)

۱۶۔ نماز کو خوبصورت بنانے کا حکم

نبی رحمت ﷺ کو جب ہر کام میں خوبصورتی اور اسے اچھی طرح کرنا پسند تھا تو نماز جیسے اہم کام میں جو جمال پسند بارگاہ الٰہی میں پیشی ہے یہ چیز کیوں نہ پسند ہوتی۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ:

''صلّی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یومًا ثم انصرف فقال یافلان الاتحسن صلاتک الاینظر المصلّی اذا صلّی کیف یصلّی فانمّا یصلّی نفسہ انی واللہ لابصر من وراءی کما ابصر بین یدیّ۔'' (۴۶)

''ایک دن اللہ کے رسول ﷺ نے نماز پڑھی پھر پیچھے مڑ کر فرمایا: اے فلاں: تو اپنی نماز خوبصورت کیوں نہیں بناتا (کیوں اچھی طرح نہیں پڑھتا) کیا نمازی کو نہیں دیکھنا چاہیے کہ جب وہ نماز پڑھ رہا ہے تو وہ کیسے پڑھ رہا ہے بیشک وہ نماز اپنی ذات کے نفع کے لیے پڑھتا ہے (اللہ کریم کو اس کے نماز نہ پڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا) قسم بخدا بیشک میں اپنے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔''

اسی طرح متعدد احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کے دوران رکوع سجود پوری طرح کیا کرو کیونکہ میں صرف اپنے سامنے سے نہیں بلکہ اپنے پیچھے سے بھی تمہارے رکوع و سجود کا معائنہ کرتا رہتا ہوں۔ (۴۷)

دین دنیا کا کوئی بھی کام اس کے مطلوبہ تقاضوں کو نظر انداز کرکے محض جان چھڑانے، خانہ پُری کرنے اور سر کا بوجھ ہلکا کرنے کے انداز میں سرانجام دینا نبی اکرم ﷺ کو قطعاً پسند نہ تھا تو نماز جیسا سب سے اہم کام اس انداز میں کرنا کیسے پسند ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

ایک آدمی مسجد (نبوی) میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ (اس وقت) مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ اس آدمی نے (پہلے) نماز پڑھی پھر آکر حضور اکرم ﷺ کو سلام عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے سلام کا جواب دے کر فرمایا: ارجع فصلّ فانک لم تصلّ (لوٹ جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو، (مطلوبہ انداز میں نماز نہ پڑھ کر) گویا تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ تو وہ لوٹ گیا دوبارہ نماز پڑھی اور واپس آکر سلام عرض کیا تو آپ نے سلام کا جواب

دے کر دوبارہ اوپر والی بات دہرائی۔ تیسری مرتبہ بھی جب حضور ﷺ نے نماز لوٹانے کا حکم فرمایا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ ہی نماز کا صحیح طریقہ سکھا دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو (سب سے پہلے) اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر تکبیر (تحریمہ) کہو پھر جتنا قرآنِ مجید تمہیں یاد ہے اس میں سے آسانی سے جتنی قرأت کر سکتے ہو وہ کرو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ پورے اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے سر اٹھاؤ یہاں تک بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ پورے اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر پورے اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر دوسرا سجدہ کرو اور پورے اطمینان سے کرو پھر سجدے سے سر اٹھاؤ اور پورے اطمینان سے بیٹھ جاؤ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) پھر دوسرے سجدے سے سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جائے پھر اپنی تمام نماز میں اسی طرح (اطمینان سے رکوع سجود) کرو۔(۴۸)

جبکہ حضرت رفاعہ بن رافع سے مروی اس روایت میں یہ صراحت اور اضافہ بھی ہے کہ جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو اور پورے اطمینان و تسلی سے رکوع کرو اور اپنی پیٹھ کو سیدھا پھیلا کر رکھو۔ جب رکوع سے تم کھڑے ہو تو اپنی پیٹھ کو بالکل سیدھا کرتے ہوئے اپنا سر اوپر اٹھا لو یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں (اپنی جگہ) پر آجائیں۔ پھر جب تم سجدہ کرو تو پورے اطمینان سے کرو جب سجدے سے اٹھو تو اپنے بائیں ران پر بیٹھ جاؤ پھر ہر رکعت اور سجدہ (رکوع و سجود) اسی طرح اطمینان سے کرو۔(۴۹)

نماز میں رکوع سجود اور دیگر ارکان کی جان چھڑانے اور سر سے بوجھ اتارنے والے انداز میں ادائیگی اور مذکورہ سنّت طریقہ یا ہدایت نبوی کے مطابق پوری طرح رکوع سجود نہ کرنا نماز کی مشقت اٹھانے کے باوجود نہ پڑھنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ معروف صحابی حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو (نماز پڑھتے) دیکھا جو نہ اپنے رکوع کو پوری طرح کر رہا تھا اور نہ اپنے سجدہ کو۔ تو جب وہ نماز پوری کر چکا تو حضرت حذیفہ نے (انتہائی زجر و توبیخ کے انداز میں) اس سے کہا (بھائی!) تم نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی (ابو وائل) کا کہنا ہے کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے (اسے یہ بھی) کہا کہ:

''لو مُتَّ مُتَّ علی غیر سُنّۃ محمدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔''(۵۰)

اگر تو (اس حالت میں) مر گیا تو گویا تو (حضرت) محمد ﷺ کی سنت کے علاوہ کسی دوسرے کے طریقہ پر مرا۔

ایک دفعہ دوران جماعت نماز کے رکوع سجود میں شاید صحابہ کرام سے کوئی کمی بیشی واقع ہو گئی تو اس پر متنبّہ کرتے ہوئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بقول اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

ھل ترون قبلتی ھٰھُنا فو اللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظھری۔(۵۱)

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں یہاں صرف سامنے کی طرف دیکھتا ہوں (اور تمہاری حرکات نہیں دیکھتا ہوں) تو اللہ کریم کی قسم میرے اوپر تمہارا خشوع (سجود) مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع۔ کیونکہ بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہو۔''

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(۵۲)

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا تمام روایات، واقعات اور ہدایات نبوی سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ذاتی و انفرادی زندگی سے متعلقہ معاملات و معمولات مثلاً لباس، وضع قطع، سر اور داڑھی کے بال حتیٰ کہ اٹھنے بیٹھنے اور لیٹنے کے انداز سے لے کر عبادات، معاشرتی امور، اجتماعی معاملات، انسانی زندگی اور ضرورت سے متعلق ہر چھوٹے بڑے کام میں خوبصورتی، عمدگی،

نفاست، مضبوطی، پختگی اور پائیداری کو ملحوظ رکھنا اور اس کی انجام دہی میں فنّی مہارت اور اپنی تمام تر صلاحیت و کاریگری کا ثبوت دینا نبی اکرم ﷺ کا معمول اور پسند تھی اور اسے جان چھڑانے، محض کاروائی ڈالنے اور سر کا بوجھ اتارنے کے انداز میں سرانجام دینا یا کسی بھی معاملے میں بدہیئتی، بدصورتی، بد نظمی، بے ترتیبی، بے ڈھنگا پن اور غیر مہذّب و غیر شائستہ انداز قطعاً پسند نہ تھا۔ اس طرزِ عمل، عادت، طریقہ کار، اسوۂ حسنہ اور سنت کی جھلک آپ اپنی امت میں بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ اتباعِ رسول میں اس طرز عمل اور عادت کو اپنانے سے ہماری انفرادی و اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے اندر کتنا حُسن، نظم و ضبط اور خوبصورتی پیدا ہو سکتی ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) مسلم بن حجّاج بن مسلم القشیری: الجامع الصحیح (کتاب الصیدو الذبائح باب الامر باحسان الذبح والقتل الخ) قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۵۲؛ ابوداوٗد سلیمان بن اشعث: السنن (کتاب الضحایا باب في الرفق بالذبیحة) مکتبہ رحمانیہ لاہور ۲/۱۴۱ رقم ۲۸۱۴

(۲) ابن منظور افریقی: لسان العرب (زیر مادہ حسن) داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء۔ ۳/۱۷۷۔

(۳) حوالہ مذکور ۳/۱۷۹

(۴) نووی، ابوزکریا یحیٰی بن شرف: شرح صحیح مسلم (بمع الصحیح)، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۵۲

(۵) مولانا مناظر احسن گیلانی۔ اسلامی معاشیات، دارالاشاعت کراچی۔ س۔ن۔ ص ۲۶، ۲۵

(۶) چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: { صُنْعَ اللهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ } (سورۃ النمل: ۸۸) "یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو پختہ و مستحکم بنایا۔"

(۷) الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب: المعجم الاوسط، ۱/۲۷۵ رقم الحدیث ۸۹۷۔ دار الحرمین القاہرہ۔

(۸) القرطبّی، ابوعبداللہ محمد بن احمد (م ۶۷۱ھ): الجامع لاحکام القرآن، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱۳/۲۱۸ (سورۃ النمل آیت نمبر ۸۸ "الذی اتقن کل شئ")

(۹) پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۹ھ ۳/۴۶۹، ۴۷۰

(۱۰) عہد نبوی میں نظام حکمرانی، نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۹ء ص ۱۵۹۔ نوٹ: ڈاکٹر صاحب نے ان احادیث کے حوالے سے اپنے حاشیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ "اگرچہ اوپر کی تینوں باتیں مجھے صحیح حدیثوں میں نہیں ملیں لیکن یہ ناممکن یا غیر منقول چیزیں نہیں ہیں۔" (ص ۱۶۶، حاشیہ ۴۱)

(۱۱) ابوداوٗد: السنن (کتاب الادب باب في حسن العشرة) ۲/۳۱۷، رقم ۴۷۹۳

(۱۲) الکتانی، السید محمد عبدالحہ: نظام الحکومة النبوية (التراتيب الادارية) دارارقم بیروت س۔ن ۲/۵۶۔ ۵۷؛ پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشن لاہور ۱۴۲۰ھ، ۳/۱۵۱

(۱۳) مسلم: الصحیح (کتاب الجنائز فصل في کفن المیت في ثلثة اثواب الخ) ۱/۳۰۶

(۱۴) نسائی، احمد بن شعیب: السنن (کتاب الجنائز باب ای الکفن خیر) دارالسلام ریاض رقم ۱۸۹۷، ص ۲۱۲

(۱۵) ابوداؤد: السنن (کتاب الجنائز باب مایستحبّ من تطهیر ثیاب المیت عندالموت) ۲؍۹۱رقم، ۳۱۱۳۔
(۱۶) نسائی: محمد احمد بن شعیب: السنن (کتاب الزینة من السنن باب احفاء الشارب) دارالسلام، ریاض رقم: ۵۰۴۸ ص ۲۴۱۳
(۱۷) بخاری: الجامع الصحیح (کتاب اللباس باب اعفاء اللحی الخ) ۲؍۸۷۵
(۱۸) بخاری: الصحیح (کتاب اللباس باب قص الشارب الخ) ۲؍۸۷۴
(۱۹) نسائی: السنن (کتاب الزینة من السنن باب احفاء الشارب) دارالسلام، ریاض رقم: ۵۰۵۰
(۲۰) ترمذی: جامع الترمذي (ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء في الاخذ من اللحیة)
(۲۱) ملا علی قاری: مرقاة المصابیح شرح مشکوٰة المصابیح (باب الترجّل)؛ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸؍۲۹۸
(۲۲) ترمذی: شمائل (باب ماجاء في الترجّل) مکتبہ القدوس لاہور (مع اردو شرح خصائل نبوی از مولانا محمد زکریا) س۔ن۔ ص ۳۹
(۲۳) بخاری: الصحیح (کتاب الحیض باب غسل الحائض رأس زوجها وترجیله) ۱؍۴۳
(۲۴) خطیب تبریزی: مشکوٰة المصابیح (کتاب اللباس باب الترجّل) ایچ ایم سعید کمپنی کراچی طبع کلاں ص ۳۸۴۔
(۲۵) نسائی: السنن (کتاب الزینة باب تسکین الشعر) دارالسلام ریاض رقم ۵۲۳۸؛ مشکوٰة المصابیح (کتاب اللباس) ص ۳۷۵
(۲۶) ابوداؤد: السنن ، (کتاب الترجل باب ماجاء في اصلاح الشعر) ۲؍۲۲۰ رقم ۴۱۶۳؛ مشکوٰة المصابیح (کتاب اللباس باب الترجّل) ص ۳۸۲
(۲۷) مولانا مناظر احسن گیلانی: اسلامی معاشیات، دارالاشاعت کراچی س۔ن۔ ص ۲۳
(۲۸) ترمذی: جامع الترمذي (ابواب اللباس عن رسول الله باب ماجاء في النهی عن الأترجّل الاغبّا) ۲؍۴۳۸؛ ابوداؤد: السنن (کتاب الترجل۔ پہلا باب) ۲؍۲۲۰؛ نسائی: السنن (کتاب الزینة من السنن باب الترجل غبّا) رقم ۵۰۵۹،۵۰۵۸، دارالسلام ریاض
(۲۹) اسلامی معاشیات، دارالاشاعت کراچی س۔ن۔ صفحہ ۲۴
(۳۰) مسلم: الصحیح (کتاب اللباس والزینة باب کراهة القزع) ۲؍۲۰۳؛ ابوداؤد: السنن (کتاب الترجل باب في الصبی له ذوابة) ۲؍۲۲۴رقم ۴۱۹۵؛ نسائی: السنن (کتاب الزینة ، باب الرخصة في حلق الرأس) رقم ۵۰۵۱۔
(۳۱) بخاری: الصحیح (کتاب اللباس باب القزع) ۲؍۸۷۷؛ مسلم: الصحیح (کتاب اللباس والزینة باب کراهة القزع) ۲؍
(۳۲) مشکوٰة المصابیح (کتاب اللباس) ص ۳۷۵۔
(۳۳) ترمذی: جامع الترمذي (ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء في ان الله یحب ان یری نعمته علی عبده) ۲؍۱۰۷
(۳۴) بحوالہ مولانا مناظر احسن گیلانی: اسلامی معاشیات ص ۲۳
(۳۵) بیہقی: شعب الایمان ۱؍۱۳۱۔ بحوالہ الکتانی، السید محمد عبدالحیٔ: نظام الحکومة النبویة (التراتیب الاداریہ) دارارقم بیروت س۔ن۔ ۲؍۷۵ (واسناده ضعیف عن عائشه)

(۳۶) مسلم: الصحيح (كتاب الجنائز باب في كفن الميت في ثلثة اثواب) ۱؍۳۰۶

(۳۷) جامع الترمذي (ابواب الاستيذان و الآدب عن رسول الله ﷺ باب ماجاء في خفض الصوت وتخمير الوجه عند العطاس) ۲؍۵۶۳ رقم ۲۶۹۸؛ ابوداؤد، السنن (كتاب الادب باب في العطاس) ۲؍۳۴۲، رقم ۵۰۲۹۔

(۳۸) مسلم: الصحيح (كتاب الزهد باب تشميت العاطش وكراهة التثاؤب) ۲؍۴۱۳

(۳۹) ابوداؤد: السنن (كتاب الادب باب في التثاؤب) ۲؍۳۴۴ھ رقم ۵۰۲۸؛ ترمذی حوالہ مذکور

(۴۰) حاشیہ حدیث مذکور ابوداؤد

(۴۱) ابوداؤد: السنن (كتاب الادب باب في الرجل ينبطح على بطنه) ۲؍۳۴۵ رقم ۵۰۴۰

(۴۲) ابن ماجہ: السنن (ابواب الادب باب النهى عن الاضطجاع على الوجه) دارالسلام ریاض ص ۲۶۹۹ رقم ۳۷۲۴؛ مشکوٰۃ (باب مذکور) ص ۴۰۵۔

(۴۳) ابوداؤد: السنن (كتاب الادب باب في الاستيذان) ۲؍۳۶۲ رقم ۵۱۷۵

(۴۴) ابوداؤد: السنن (کتاب و باب مذکور) ۲؍۳۶۲ رقم ۵۱۷۴؛ ترمذی: جامع الترمذي (ابواب الاستيذان و الآداب باب التسليم قبل الاستيذان) ۲؍۵۵۸

(۴۵) ابوداؤد: السنن (كتاب الادب باب كم مرة يسلم الرجل في الاستيذان) ۲؍۳۶۴ رقم ۵۱۸۵؛ بخاری: الادب المفرد (باب اذا سلّم الرجل على الرجل في بيته) دارالکتب العلمیہ بیروت ۲؍۵۲۲۔ ۵۲۳

(۴۶) مسلم: الصحيح (كتاب الصلوٰة باب الامر بتحسين الصلوٰة واتمامها والخشوع فيها) ۱؍۱۸۰؛ نسائی: السنن (كتاب الامامة باب الركوع دون الصف) رقم ۸۷۳۔

(۴۷) حوالہ سابق

(۴۸) بخاری: الصحيح (كتاب الاذان باب ۱۳۳ - امر النبی ﷺ الذى لاتيم ركوعه بالاعادة) دارالسلام ریاض رقم: ۷۹۳، ص ۶۲؛ ابوداؤد: السنن (كتاب الصلوة باب صلوٰة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود) ۱؍۱۳۲

(۴۹) یہ المصابیح کے الفاظ ہیں علاوہ ازیں اس روایت کو الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ ابوداؤد، الترمذی اور النسائی نے بھی نقل کیا ہے۔ (مشكوٰة المصابيح باب صفة الصلوٰة، ص ۷۶)

(۵۰) بخاری: الصحيح (كتاب الصلوٰة باب اذا لم يتم السجود) ۱؍۵۶ نیز (كتاب الاذان باب اذلم يتم سجوده) ۱؍۱۱۲

(۵۱) بخاری: الصحيح (كتاب الصلوٰة باب عظة الامام الناس في اتمام الصلوٰة وذكر القبلة) ۱؍۵۶

(۵۲) حوالہ مذکور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆